للّہ عارفہ: کشمیر کی مایۂ ناز مجذوب شاعرہ

ڈاکٹر سید علی رضا
ایسوسی ایٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

ڈاکٹر نصرت نثار
اسسٹنٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

LALLA ARIFA AS A POETESS OF KASHMIR

Syed Ali Raza, PhD
Associate Professor of Kashmir Studies
University of the Punjab, Lahore

Nusrat Nisar, PhD
Assistant Professor of Kashmir Studies
University of the Punjab, Lahore

Abstract

Lalla Arifa is the first great Kashmiri saint poetess, who defied social conventions and proceeded on the journey of self-realization. She was the pioneer of the style of mystic poetry in Kashmiri literature. Her poetry is an emblem of humanism and a treasure of wisdom, faith, love and truth which is remained unmatched till date in the poetic excellence. This paper highlights her poetical contribution to enriching mystics/spiritual traditions and her profound impact in shaping Kashmiri society.

Keywords:

سید علی ہمدانیؒ، شتی کنٹھ، محمد دین فوق، للّہ عارفہ، کشمیر، مجذوب، ثقافت، شاعری

کشمیر کی وہ خواتین جنھوں نے شہرتِ عام اور بقائے دوام کا تاج حاصل کیا اُن میں پہلا درجہ حقیقت میں للہ عارفہ کو ملتا ہے۔ تاریخ کے آئینہ میں کشمیری قوم کی صدیوں پرانی تہذیب وثقافت، سیاسی وسماجی ومعاشرتی اور روحانی فکر ونظر کی واضح تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ اس خطہ میں شاعری کے ابتدائی نقوش کے بارے میں ملنے والی معلومات تو ناکافی ہیں مگر دستیاب متون کی روشنی میں اس خطہ کی پہلی باقاعدہ شاعرہ للہ دید کو ہی گردانا جاتا ہے۔ اس سے قبل کے شعرا میں شتی کنٹھ اور چند دوسرے شعرا کے ناموں کا تذکرہ بھی کہیں کہیں ملتا ہے۔ مگران میں سے کسی شاعر کا کلام دستیاب نہیں۔ للہ دید پہلی شاعرہ ہیں جن کا کلام دستیاب ہوسکا ہے۔ اس حوالہ سے عبدالاحد آزاد رقم طراز ہیں:

''ہم اس کی توقع کرسکتے ہیں کہ اس دور میں مقامی شعرا نے کشمیری مذہبی نظمیں ضرور لکھی ہوں گی۔ لیکن یہ سرمایہ زیادہ تر ضائع ہوچکا ہے اور ہمیں صرف للہ عارفہ کا کلام ملتا ہے۔(۱)

کشمیری شاعری کے قدیم دور کی ورق گردانی سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جو شہرت عام اور بقائے دوام للہ دید کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ خطہ کشمیر کی یہ نابغہ روزگار شخصیت اپنے کلام میں اپنے عہد کی مذہبی وسماجی اور تمدنی وثقافتی زندگی کی ترجمانی کرنے کی بنا پر اس عہد سے قبل کے شعرائے کرام پر سبقت لے جاتی ہے۔ کشمیر کی اس عظیم شاعرہ کا اصلی نام پدماوتی تھا۔ ڈاکٹر یوسف بخاری نورالدین رشیؒ کے اشعار کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں:

تیمس پدمان پورچہ للہ

تمہ گلہ گلے امرت چودو

شوژھون تھلہ تھلے

یتھ میہ ورد تمو دیوو (۲)

یعنی آفرین ہو اس پدمان پورہ کی لل پر، اُس نے پے در پے امرت کے گھونٹ پلائے، کائنات میں جگہ جگہ اس نے رب کی تلاش کی۔ اے خدا مجھے ایسا ہی ذوق اور سرور عطا کر۔

کشمیر کے عظیم صوفی بزرگ علمدار کشمیر حضرت شیخ نورالدین رشیؒ نے اپنی سرزمین کی جس عظیم ہستی کو یہ خراج عقیدت پیش کیا وہ کہیں للہ عارفہ کے نام سے مشہور ہے اور کہیں اسے لل دید کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ہندوؤں میں للہ ایشوری اور مسلمانوں میں لل ماج کے نام سے یکساں مقبول ہے جو آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو سال پہلے زعفران زاروں کی سرزمین پدمان پورہ جسے آج پانپورہ یا پامپر کہتے ہیں، سے چند کلو میٹر دور موضع سیم پورہ میں ایک برہمن کسان کے گھر اس وقت پیدا ہوئی جب ارض کشمیر نورِ اسلام سے منور ہو رہی تھی، یہ وہ دور تھا جب کشمیر سے بت پرستی اور توہم پرستی کے بادل چھٹ رہے تھے، کشمیری راجگان ہندو کے

ہزار سالہ دور اقتدار کے بعد مسلمان سلاطین کے زیرنگین آنے کے لیے ایک نئے انقلاب سے گزر رہا تھا۔ للہ دید کے والدین پانڈریتھن کے رہنے والے تھے پانڈریتھن قدیم زمانے میں کشمیر کا پایہ تخت تھا لیکن للہ سیم پورہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئی۔(۳)

مشہور مؤرخ محمد الدین فوق کی تحقیق کے مطابق للہ دید لگ بھگ ۷۳۵ھ مطابق ۱۳۳۵ء میں پیدا ہوئی، اگرچہ للہ دید کی ابتدائی زندگی کے حالات کے بارے میں تاریخ خاموش ہے لیکن عام قیاس یہی ہے کہ ایک برہمن زادی کے ناطے اس کی پرورش ان کے مذہبی ماحول میں ہی ہوئی ہوگی اور ان کے کلام سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک ان پڑھ دیہاتن نہیں بلکہ اس نے اپنی مذہبی کتابوں کا بھی بھرپور مطالعہ کیا تھا:

اویژاُری ہامالہ چھی پوتھین پران
یتھ طوطہ پران رام پنجرس
گیتاہ پران ہیمتاہ لبان
پرم گیتا تہ پران چھس (۴)

یعنی بے عمل لوگ کتابوں کو اس طرح رٹتے ہیں جس طرح طوطا پنجرے میں رام رام رٹتا ہے، ایسے لوگ گیتا (ہندوؤں کی مذہبی کتاب) کو صرف دکھاوے کے لیے پڑھتے ہیں، اس کا مطلب سمجھنے سے عاری ہیں، میں نے بھی یہ پڑھی ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لیے۔

للہ دید کے مذہب کے حوالے سے بھی اختلافی آرا پائی جاتی ہیں۔جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ اس مشہور و معروف شاعرہ کو ہندو،لل ایشوری اور لل دید کے نام سے پکارتے ہیں اور بعض کشمیری مسلمان اسے لل مأج جب کہ مسلمان صوفیا تصوفانہ خیالات کی بنا پر اسے للہ عارفہ کہتے ہیں۔للہ عارفہ کو مسلمان فقرا اور صلحا کی مجالس میں اُٹھنے بیٹھنے سے اسلامی تصوف کی جاذبیت نے ایسا بدلا کہ وہ صرف وحدت الوجود کی قائل ہوئی۔ محض وحدت پر اکتفا کر لینا مسلمان ہونے کی علامت نہیں ہے۔مسلمان ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمدؐ پر ایمان لانا یعنی کلمہ طیبہ پڑھنا لازم ہے۔اس حوالے سے للہ عارفہ کے متعلق کسی بھی محقق نے آج تک مدلل شہادت فراہم نہیں کی۔البتہ سبھی محققین للہ عارفہ کے وحدانیت پرست ہونے پر بلاشبہ متفق ہیں۔پریم ناتھ بزاز اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> Lala Ded is a confirmed monotheist, and unshakable believer in the one and only God. (5)

للہ عارفہ کو نسب و قومیت اور رنگ و خاندان سے کوئی سروکار نہ تھا۔اس کے نزدیک اپنے پرائے سب برابر تھے۔اس کی نظروں میں ہندو مسلمان کی تمیز اُٹھ چکی تھی وہ انسانی رشتوں کو دیگر تمام رشتوں سے

افضل جانتی تھی اور قادرِ مطلق کی خواہش کے سوا باقی تمام خواہشات کو نجات کا دشمن تصوّر کرتی تھی۔ وہ حقیقت ومعرفت کے ان سرشاروں میں سے تھی جو تمام مذہبی قیود سے آزاد اور ہوش وخود سے بیگانہ ہوتے ہیں اور ہر مذہب ومِلّت کی تعلیماتِ وحدت ومحبت کے ذریعے حصولِ عرفان کی باطنی استعداد بڑھا کر روحانی مدارج میں ترقی کرتے رہنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ وہ مجذوبہ تھی اور رسم ورواج کے ظاہری امتیازات کی تنگ حدود سے نکل کر الگ مقام ومنزلت تک پہنچ چکی تھی۔

للہ عارفہ کے بچپن کے حالات بارے تاریخ خاموش ہے البتہ اس کی ازدواجی زندگی کے تلخ حقائق تاریخ کے اوراق میں رقم ہیں۔ چھوٹی عمر میں للہ کی شادی پانپور کے ایک برہمن گھرانے میں ہوئی لیکن شادی ہوتے ہی اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سسرال میں اس کو سُکھ نہ ملا۔ بالخصوص ساس کی بے رحمی اور بدمزاجی نے عارفہ کو تنہا کیا۔ اس کا شوہر بھی ساس کے ظلم وستم سے اسے نہ بچا سکا لیکن للہ عارفہ یہ سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ کبھی کسی سے اس ظلم کا اظہار نہیں کیا کیونکہ وہ فطرتاً صابر خاتون تھی:

صبر ہامالہ چھوی سو نہ سوند ٹورئی
مولہ چھوئی دردگ تہ ہیس کُس
صبر ہامالہ چھوئی نون، مرژتہ زیوری
کھینہ چھوئی ٹیوٹھ تہ کھیس کُس (۶)

یعنی صبر سونے کے برتن کی مانند قیمتی ہے کون خریدے گا؟ صبر نمک، سیاہ مرچ اور زیرہ کی طرح تلخ ہے کون کھائے گا؟

برسوں تک یہ سلسلہ جاری رہا للہ نے صبر کے پیمانے کو لبریز نہیں ہونے دیا۔ آخر ایک دن اس کا سُسر اس کے ساتھ روا رکھے جانے والے ظلم سے واقف ہو گیا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ للہ کے گھر کسی دوست یا رشتہ دار کی دعوت تھی، گھر میں مہمانوں کے لیے طرح طرح کے کھانے پک رہے تھے۔ اسی دوران جب للہ عارفہ حسب معمول پانی لانے کے لیے یاربل (دریا کے گھاٹ) پر گئی تو وہاں اس کی سہیلیوں نے از راہ تمسخر اسے کہا کہ آج تمھارے گھر میں قسم قسم کی نعمتیں تیار ہو رہی ہیں تم بھی آج مزے سے کھاؤ گی، سہیلیوں کے یہ الفاظ للہ عارفہ کے دُکھی دل کو تیر ونشتر کی طرح لگے۔ وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی اور حسرت ناک لہجے میں اس کے لبوں پر یہ اظہار ہوا:

ہونڈ مأری تن ، مأری تن کٹھ
للہ نلہ وٹھ ژلہ نہ زانہہ (۷)

یعنی خواہ مینڈھے کو ذبح کریں یا بھیڑ کو، للہ کے لیے سِل بٹّہ نہیں ٹل سکتا۔

یہ بات کہیں للہ عارفہ کے سسر کے کانوں تک پہنچ گئی۔اس نے ایک دن اس کے کھانے کا جائزہ لیا تو واقعی للہ کے برتن سے ایک بٹہ برآمد ہوا (یہ بٹہ اس کی ساس اس کے برتن میں چاولوں کے نیچے رکھ کر گھر والوں کو یہ تاثر دیتی کہ یہ بہت زیادہ چاول کھاتی ہے) اگرچہ للہ کے سسر نے اپنی بیوی کو وقتی طور پر اس ظالمانہ حرکت پر ڈانٹ پلائی لیکن للہ عارفہ کے لیے یہ سختیاں برابر جاری رہیں۔البتہ اثر للہ عارفہ کی زندگی پر مفید پڑا چونکہ اس کے دل دماغ پر بچپن سے ہی ایک غیر معمولی کیفیت طاری رہتی تھی، ساس اور شوہر کے ظلم وستم نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ دُکھ سہنے کی عادت نے للہ عارفہ کی ریاضت اور نفس کشی میں بڑی مدد دی۔قوت برداشت میں اضافہ ہوتا گیا، وجدان بیدار ہوتا رہا اور آخر للہ عارفہ نے بھی اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی۔ جذباتِ دل لبوں سے یوں پھسلے:

آمہِ پَنہ سو درس ناوَ چھس لمان
کتہِ بوزِ دے میون مئے تہ دیہ تار
آمین ٹاکین پوز زن شمان
زُو چھُم برمان گر گژھ ہا(۸)

یعنی کچے دھاگے کی مدد سے کشتی کو کھینچتی ہوں درمیان دریا کے جو متواتر ڈانوا ڈول ہے کاش سن پائے میرا مالک میری فریاد اور اُتار دے پار مجھ کو اپنے فضل سے۔

اس طرح گھر کے ناخوشگوار حالات نے للہ عارفہ کی روح کو اس قدر اضطراب میں مبتلا کیا کہ بالآخر وہ اپنے باطنی خواص کو اجاگر کرتے کرتے عرفان نفس کی دولتِ لازوال سے مالا مال ہوئی۔اس کے دل کے دریچے کھل گئے وہ اپنے آپ کو پہچاننے میں کامیاب ہوئی۔جس کا اظہار اس نے ان اشعار میں کیا:

دما دم کرمس دمن ہالے
پرزلیوم دیپ ننے یم ذات
ندر یم پرکاش تبرزھوٹم
گٹہ رٹم کرمس تھف (۹)

یعنی میں نے اپنے نفس کو مارا جس سے میرے اندر کا چراغ روشن ہوگیا، جس سے میں اپنے آپ کو پہچان گئی اور اس روشنی کی مدد سے باہر اندھیرے میں بھی اسے پکڑنے میں کامیاب ہوگئی۔

للہ عارفہ کا ازدواجی تجربہ نہایت ہی تلخ رہا۔سسرال والوں کی طرف سے ہونے والے مظالم نے اس کی روح پر جواَن مِٹ نقوش چھوڑے اُن کا اندازہ اُسی کے ان الفاظ 'ہونڈ مارِی،تن مارِی تن کٹھ للہ نلہ وٹھ ژلہ نہ زاہ' سے آسانی لگایا جاسکتا ہے۔اپنے ایک اور شعر میں وہ اپنی کامیابی کا اظہار کرتی ہوئی یوں نظر آتی ہیں:

پورم پولم اپورے
پورم کیسر ونہ دولم رٹتھہ شال
پرس پورنم تہ پانس
پولمز ادء گوم سرہ زیونم ہال (۱۰)

یعنی میں نے جو کچھ پڑھا اس پر عمل کیا، جو کچھ نہیں پڑھ سکتی تھی، وہ بھی پڑھا بالآخر میں نے اپنے من کو (خواہشات نفسانی) جو شیر کا روپ دھارے ہوئے تھا ایسے پکڑ لائی جیسے گیدڑ کو جنگل سے پکڑا جاتا ہے، دوسروں کو بھی یہی درس دیا اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوئی، پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے بازی جیت لی۔

للہ عارفہ ہندومت کی فرسودہ روایات سے بیزار تھی۔ بت پرستی سے اسے شدید نفرت تھی۔اس کے خلاف اس نے کئی بار اپنی آواز اٹھائی، ہندووانہ رسم و رواج کے خلاف اس نے بغاوت کی خصوصاً پتھر کے بھگوانوں کی پوجا پرستی اور ان کے لیے نذرانہ چڑھانے، جانداروں کی قربانیوں کے وہ سخت خلاف تھی۔اس بارے میں وہ کہتی ہیں:

لر کاسی شیت نواری
ترن مزل کری آہار
یہ کمی ود پدیش کورے ہاٹا
اژ متین وٹس سوژیتن کٹھہ دین آہار (۱۱)

یعنی اے نادان پنڈت! یہ تمھیں کس نے کہا کہ ایک بے جان پتھر پر جاندار بھیڑ قربان کرے جو بے چاری گھاس کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر کے اپنے اون سے تمھیں سردی سے بچاتی ہے۔

یہ وہ دور تھا جب کشمیر میں نور اسلام کی کرنیں پھیل رہی تھیں۔ جب اس رشیوں کی دھرتی میں دین محمدیؐ کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ بزرگانِ دین اور مشاہیر اسلام کی کشمیر میں آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ جب حضرت سید حسین سمنانیؒ کشمیر تشریف لائے تو للہ عارفہ اُن کے استقبال کے لیے کئی منزلوں تک گئی۔ بعد ازاں للہ عارفہ کی پہلی ملاقات جب امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانیؒ سے ہوئی تو اُس وقت للہ عارفہ پر کیا کیفیت طاری ہوئی اور کیا واقعہ پیش آیا۔ مشہور مورخ محمد الدین فوق مکمل تاریخ کشمیر میں اس بارے میں رقمطراز ہیں:

للہ عارفہ نیم عریانی کے عالم میں رہا کرتی تھی۔ جب میر سید علی ہمدانی اس کو سامنے سے نظر آئے تو اُس نے اپنا بدن چھپا لیا۔ اپنے اعضا ایک دوسرے سے لپیٹ لیے۔ سید علی ہمدانیؒ نے کہا اے خدا کی دیوانی یہ کیا حالت ہے؟ کیا تجھ کو اب تک اپنے برہنہ ہونے کا علم نہ تھا؟ للہ عارفہ نے جواب دیا۔ اب تک میرے

پاس سے عورتیں ہی گزرتی رہی ہیں اُن میں کوئی مرد اور کوئی آنکھ والا نہ تھا تو مجھے آج مرد خدا اور صاحب بصیرت نظر آیا اس لیے میں تجھ سے اپنا بدن اور ستر چھپا رہی ہوں۔(۱۲)

شاعر کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجور نے بھی اپنی ایک نظم میں اس بارے یوں بیان کیا:

للہ مئژ تیلہ منز بازرس درائس
شاہ ہمدانؒ وچھہ میأنی ژھایئے
مردس بروہنہ کن پردہ سان آلیس(۱۳)

یعنی للہ جب دیوانی بن کر بازار میں جا نکلی، تو میری پرچھائیاں شاہ ہمدانؒ نے دیکھ لیں۔اس مرد مومن کے سامنے میں پردہ کر کے نکلی۔

یوں للہ عارفہ کا بزرگانِ دین سے ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رہا اور وہ علم و معرفت کے ان چشموں سے اپنی پیاس بجھاتی رہی اور روحانی مراتب طے کرتی چلی گئیں۔وہ بیان کرتی ہیں کہ:

مکرس مل زن ژلم منس
ادہ میہ لبم رمنس زان
سوی یلہ ڈیوٹھم نشے پانس
ساروی سوے تے بہ نوکینہ (۱۴)

یعنی میں نے اپنے دل کا میل جلا دیا۔اپنے من کو پاک کیا (خواہشات نفسانی کو مارا) تب مجھے اُس کی (اپنے رب کی) پہچان ہوئی۔اُسے اپنے پاس ہی پایا ہر طرف وہی ہے سب کچھ وہی ہے میں کچھ بھی نہیں۔

للہ عارفہ فطرتاً ایک حساس اور جذباتی خاتون تھی۔اپنے محبوب حقیقی سے محبت کی تکمیل چاہتی تھی۔ اُس نے اسی محبوب کے عشق میں محو بلکہ فنا ہو کر بقائے دوام کا رتبہ حاصل کیا عمر بھر اپنے محبوب کے گیت گا کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہی۔

للہ عارفہ کے جذبات انتہائی پرخلوص ہیں۔اُن کے کلام میں ایسے خیالات ملتے ہیں جو انسانی زندگی کے بنیادی حقائق سے وابستہ ہیں اور اہمیت و افادیت کے لحاظ سے بھی دائمی اور پائیدار ہیں۔ان تصورات میں فکرِ شب بیداری سے سرشار ہو کر اپنے خالق سے راز و نیاز سعادت حاصل کرنے اور دنیا کی آسائشوں سے دوری اختیار کر کے حقیقی کامیابی تک رسائی کا درس بھی ملتا ہے۔جیسا کہ وہ بیان کرتی ہیں:

پوت زونہ و تھتھہ موت وز ناوم
دگ للہ نادم دیہ سنزمیہ
سورگہ جامہ تراوتھہ الگ پراوم
ادہ پرز نادم پنہ نوی پان (۱۵)

یعنی رات کے آخری پہر اُٹھ کر اپنے محبوب کو جگایا اپنے رب کو یاد کیا، محبت کے اس درد کو برداشت کیا۔ دنیا کی آسائشوں کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی اپنائی۔ پھر ہی میں اپنے آپ کو پہچاننے میں کامیاب ہوئی۔

المختصر یہ کہ للہ عارفہ کشمیر کی وہ مایۂ ناز صوفی شاعرہ ہیں جنھوں نے اپنے کلام کی بدولت کشمیری قوم کی فکر کو دنیا پرستی سے آزاد کر کے حقیقت پسندی سے متصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سات صدیوں سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی ان کا کلام نہ صرف روحانی محفلوں کی زینت ہے بلکہ ایک عام آدمی بھی اس کلام کو ان کے اقوال کو مقدس نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ ان کا کلام جہاں کشمیری شاعری کی اولین کاوش ہے وہاں اپنی اہم خصوصیات کے لحاظ سے ایک بلند پایہ ادب کا شاہکار بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عبدالاحد آزاد، کشمیری زبان وشاعری، جلد نمبر۲، سرینگر،۱۹۸۳ء، ص۵۴

(۲) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، کاشر شاعری، لاہور،۱۹۸۲ء، ص۵۴

(۳) جی ایم میر، کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، آزاد کشمیر،۲۰۰۴ء،۹۱

(۴) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، کاشر شاعری، لاہور،۱۹۸۲ء، ص۵۴

(5) Prem Nath Bazaz, Daughters of the Vitasta, Srinagr, 1959, P-126

(۶) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، شوازم اور کلام للہ دید، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی لاہور،۱۹۹۱ء، ص۲۷

(۷) جیالال گیرو، لل دید ایک فنکار کی نظر میں، سرینگر،۱۹۸۳ء، ص۱۲

(۸) ایضاً، ص۲۲

(۹) ایضاً، ص۱۴

(۱۰) شیرازہ، جلد نمبر۱۶، لل دید نمبر، سرینگر، س ن، ص۲۴۰

(۱۱) ایضاً، ص۲۴۲

(۱۲) محمد دین فوق، مکمل تاریخ کشمیر، لاہور،۱۹۳۹ء، ص۱۱۵

(۱۳) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، کاشر شاعری، لاہور،۱۹۸۲ء، ص۶۲

(۱۴) ایضاً

(۱۵) شیرازہ، جلد نمبر۱۶، لل دید نمبر، سرینگر، س ن، ص۲۴۵